حدیثِ دل

زندگی اور شخصیت کی تعمیر کے لیے رہنما تحریریں
جو دل سے لکھی گئیں اور دل والوں کے لیے لکھی گئیں

maktabaqudduse.com

ابو یحییٰ

حدیثِ دل

زندگی اور شخصیت کی تعمیر کے لیے رہنما تحریریں
جو دل سے لکھی گئیں اور دل والوں کے لیے لکھی گئیں

maktabaquddusia.com

ابو یحییٰ

انذار پبلیشرز

A Non-Profit Organization

CamScanner

حدیثِ دل کسی درویشِ بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

maktabaqudusia.com

بڑی لکیر

کلاس روم میں سناٹا طاری تھا۔ طلبا کی نظریں کبھی استاد کی طرف اٹھتیں اور کبھی بلیک بورڈ کی طرف۔ استاد کے سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ سوال تھا ہی ایسا۔ استاد نے کمرے میں داخل ہوتے ہی بغیر ایک لفظ کہے بلیک بورڈ پر ایک لمبی لکیر کھینچ دی۔ پھر اپنا رخ طلبا کی طرف کرتے ہوئے پوچھا، "تم میں سے کون ہے جو اس لکیر کو چھوئے بغیر اسے چھوٹا کر دے؟"

"یہ ناممکن ہے۔"، کلاس کے سب سے ذہین طالبعلم نے آخر کار اس خاموشی کو توڑتے ہوئے جواب دیا۔ "لکیر کو چھوٹا کرنے کے لیے اسے مٹانا پڑے گا اور آپ اس لکیر کو چھونے سے بھی منع کر رہے ہیں۔" باقی طلبا نے بھی گردن ہلا کر اس کی تائید کر دی۔ استاد نے گہری نظروں سے طلبا کو دیکھا اور کچھ کہے بغیر بلیک بورڈ پر پچھلی لکیر کے متوازی مگر اس سے بڑی ایک اور لکیر کھینچ دی۔ جس کے بعد سب نے دیکھ لیا کہ استاد نے پچھلی لکیر کو چھوئے بغیر اسے چھوٹا کر دیا تھا۔ طلبا نے آج اپنی زندگی کا سب سے بڑا سبق سیکھا تھا۔ دوسروں کو نقصان پہنچائے بغیر، ان کو بدنام کیے بغیر، ان سے حسد کیے بغیر، ان سے الجھے بغیر ان سے آگے نکل جانے کا ہنر چند منٹ میں انہوں نے سیکھ لیا تھا۔

انسان کو اللہ تعالیٰ نے جس فطرت پر پیدا کیا ہے اس میں اپنا موازنہ دوسروں سے کر کے ان سے آگے بڑھنا انسان کی طبیعت میں شامل ہے۔ اس کام کو کرنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ دوسرے کو چھوٹا بنانے کی کوشش کی جائے۔ مگر ایسی صورت میں انسان خود بڑا نہیں ہوتا۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ دوسروں سے الجھے بغیر خود کو مضبوط، طاقتور اور بڑا بنانے پر توجہ دی جائے۔ دوسرے اس شکل میں بھی چھوٹے ہو جاتے ہیں، مگر اصل بات یہ ہے کہ اس عمل میں انسان خود بڑا ہو جاتا ہے۔

دوسروں سے الجھے بغیر آگے بڑھنا، خدا کی دنیا میں ترقی کا اصل طریقہ ہے۔ فرد اور قوم دونوں کے لیے دیرپا اور مستقل ترقی کا یہی واحد راستہ ہے۔

خدا کی اس دنیا میں بدبو بھی ہے اور خوشبو بھی۔ مگر انسانوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہیں جو خوشبو کو چھوڑ کر بدبو کو اپنے لیے پسند کرے۔ تاہم اس کے باوجود زندگی کے سفر میں بدبو کا جھونکا، کوڑے کی نالی، کچرے کا ڈھیر اور دیگر ناپسندیدہ چیزیں راہ میں آ ہی جاتی ہیں۔ یہ نہ ہوں تب بھی جسم سے نکلنے والی میل، پسینہ، بدبو اور بول و براز وغیرہ سے بچنا ممکن نہیں۔ مگر ہم ان چیزوں کی شکایت نہیں کرتے بلکہ فوراً ہر گندگی کو دھوتے اور ناپسندیدہ چیزوں سے کنارا کر لیتے ہیں۔

کامیاب شخصیت کا راز بھی اسی رویے میں پوشیدہ ہے۔ دوسروں کی طرف سے پیش آنے والے ناخوشگوار واقعات کو بدبو کے گندے جھونکے کی طرح نظر انداز کر دینا چاہیے۔ دوسروں کی جانب سے اچھالے گئے بدمزاجی اور بداخلاقی کے گند کو صبر کے پانی سے دھو لینا اور تحمل کے پرفیوم سے جھیل لینا چاہیے۔ بہت سے لوگ جواب تو نہیں دیتے مگر شکایت سے بھی خود کو روک نہیں پاتے۔ مگر یہ شکایت کرنا بھی انسان کو ایک منفی نفسیات میں مبتلا کر دیتا ہے۔ یعنی موقع ملنے پر بدلہ لینے کی خواہش۔ یہ اپنے دل میں ایک گندا اور بدبودار تالاب بنانے کے مترادف ہے اور اسی لیے یہ رویہ اعلیٰ شخصیت کی تعمیر میں ایک رکاوٹ ہے۔

شکایت کرنا اور جواب دینا بظاہر ایک فطری ردعمل ہے۔ مگر درحقیقت یہ جسم کی بدبو کو پرفیوم کے بجائے گندے پسینے سے ختم کرنے کی کوشش ہے۔ اس کے نتیجے میں ہم اس ذہنی سکون سے محروم ہو جاتے ہیں جو صبر و تحمل کے حامل ایک خوشبودار شخص کو ہمیشہ حاصل ہوتا ہے۔ ایک صابر شخص خدا کی رحمت، فرشتوں کی معیت اور جنت کی امید میں جیتا ہے۔ ایسے شخص کی خوشی اور سرشاری کے کیا کہنے۔ مگر ہم اس مستقل ذہنی سکون کے بجائے شکایت اور جوابی اقدام کی سوچ میں جیتے ہیں اور اپنے لیے مستقل ذہنی اذیت اور اخلاقی بدبو کا انتظام کر لیتے ہیں۔

معاشرے میں رہنا ہوتا ہے اور معاشرے کا نقصان آخر کار ان کا نقصان ثابت ہوتا ہے۔

مختصر یہ کہ اچھے اساتذہ حقیقی معنوں میں ملک وقوم اور مستقبل کے معمار ہوتے ہیں۔ یہ وہ خاموش مجاہد ہیں جن کی خدمات کا بدلہ اس دنیا میں دیا جانا ممکن نہیں۔ قیامت کے دن جب سب کچھ جاننے والا علیم وخبیر انصاف کے تخت پر بیٹھے گا تو جن لوگوں کو اس کی بارگاہ سے سب سے زیادہ رحمتیں اور درجات نصیب ہوں گے، ان میں سے ایک گروہ اچھے اساتذہ کا بھی ہوگا۔ اس لیے کہ ہر کسی کا عمل اس کی ذات کے ساتھ ختم ہو گیا تھا، مگر استاد کا عمل نسل در نسل اور انسان در انسان بڑھتا چلا گیا۔

استاد بننا پیشہ نہیں ہے۔ استاد بننا بڑی ذمہ داری کی بات ہے۔ استاد بننا ایک بڑی خوش نصیبی کی بات ہے تو آیئے آج ہی سے اس عظیم ذمہ داری کا آغاز کر دیں۔

☆☆☆☆☆☆☆

maktabaquddusia.com

لمبی قطار کی کوفت سے بچنا ہے تو
کریڈٹ لینے والوں کو چھوڑ کر
کام کرنے والوں کی قطار میں آجائیں
یہاں بہت کم لوگ کھڑے ہوتے ہیں (ماخوذ)

میں پھنس جاتا ہے۔ حضرت آدمؑ کو تو ہدایت دینے والی خدا کی ذات تھی اس لیے وہ شیطان کے فریب سے نکل گئے مگر اولادِ آدم زندگی بھر شر کو خیر سمجھ کر اس سے چمٹی رہتی ہے۔

قرآن وحدیث میں اللہ کے ذکر اور اس سے مدد مانگنے کو شیاطین کے مکر وفریب سے بچنے کا واحد راستہ بتایا گیا ہے۔ اللہ کا ذکر اس کے کسی اسم کی مالا جپنے کا نام نہیں۔ یہ اللہ کی صفات کی معرفت اور اس کی یاد میں جینے کا نام ہے۔ یہ ان غیبی حقائق کو ذہن میں تازہ رکھنے کا نام ہے جو مادی دنیا کی تگ ودو میں انسان فراموش کر دیتا ہے۔ یہ رب کائنات کی مدد و عافیت طلب کرنے کا نام ہے جو انسان کو برائی سے بچانے پر قادر ہے۔ ذکر و دعا میں جینے والا ایسا انسان کبھی شیطان کی وسوسہ انگیزی کا شکار نہیں ہوگا اور اگر ہوگا تو فوراً پلٹ کر توبہ کر لے گا۔ ذکر و دعا کی اس قسم کا سب سے اعلیٰ نمونہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کی شکل میں ہمارے پاس موجود ہیں اور با آسانی دستیاب ہیں۔ یہی وہ دعائیں ہیں جو انسان کو ذکر دوام کی لذت سے آشنا کرتی اور شیاطین کی وسوسہ انگیزی سے انسان کو محفوظ رکھتی ہیں۔

ذکر کی دوسری قسم جو تزئین اعمال کے شیطانی حربے سے بچاتی ہے قرآن کی تلاوت ہے۔ قرآن صاف بتاتا ہے کہ جو شخص ذکر کی اس قسم سے غفلت کرتا ہے اس پر ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔

"اور جو خدا کے ذکر سے اعراض کر لیتا ہے تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں، جو اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور وہ ان کو (اللہ کی) راہ سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ ہم ہدایت پر ہیں۔ تو یہاں تک کہ جب یہ ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا کہ کاش! میرے اور تیرے درمیان مشرق کے دونوں کناروں کی دوری ہوتی! پس کیا ہی برا ساتھ ہوگا! اور جبکہ تم نے اپنے اوپر ظلم ڈھائے تو یہ چیز آج تم کو ذرا بھی نافع نہیں ہوگی کہ تم عذاب میں ایک دوسرے کے شریک ہو۔" (الزخرف 43:36 تا 39)

قرآن نہ صرف حق وباطل میں انسان کو بالکل درست راستہ بتاتا ہے بلکہ دین کی ترجیحات کے معاملے میں بھی انسان کو کبھی کسی غلطی میں مبتلا ہونے نہیں دیتا۔ چنانچہ قرآن کریم کو سوچ سمجھ کر اور تدبر سے پڑھنے والا شخص گناہ اور نیکی کی تفریق کو ہی اچھی طرح نہیں سمجھتا بلکہ وہ نیکیوں کے معاملے میں بھی خوب جانتا ہے کہ کس نیکی کا کیا مقام ہوتا ہے۔ ہماری اس بات کا پس منظر یہ ہے کہ عام لوگ باطل کو حق سمجھ کر گمراہ ہوتے ہیں جبکہ مذہبی لوگ دین کی ترجیحات سے ناواقفیت کی بنا پر ٹھوکر کھاتے ہیں۔ وہ مستحب کو واجب بنا دیتے ہیں۔ خاص کو عام کر دیتے